آپ نے مندرجہ بالا سطور میں یہ ملاحظہ فرما لیا ہے کہ:
شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی چاروں فقہی مذاہب کے ائمہ نے تصریح کی ہے کہ گیارہ رکعت سے زیادہ جو پڑھی گئی تھیں، وہ سنت رسول کر کے نہیں پڑھی گئی تھیں بلکہ نفل کر کے یا لمبے قیام اور قراءت سے عاجز آ کر اس کے عوض رکعتیں بڑھا کر پڑھی تھیں۔ بس اگر قارئین کو یہ نکتہ سمجھ میں آگیا تو اہل حدیثوں کا جس بات پر اصرار رہا ہے، اس کا سمجھنا کسی کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رہے گا۔ اہل حدیثوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کس نے کتنی پڑھیں اور کیوں پڑھیں، ان کو صرف اس بات پر اصرار ہے کہ جو سنت ہے اسے سنت سمجھو اور اسی پر قناعت کرنے کو اجر عظیم کا موجب تصور کرو۔

جن بزرگوں نے اپنے اجتہاد سے "گیارہ رکعتوں" سے زیادہ صرف زیادہ ثواب کے لیے پڑھیں، اگر وہ "سنت اور عدد مسنون" پر اکتفا فرماتے تو ہمارے نزدیک اس سے کہیں زیادہ ثواب پاتے جتنا انھوں نے زیادہ رکعتیں پڑھ کر پایا ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اتنا لمبا قیام اور لمبی قراءت کے اب وہ متحمل نہیں رہے تھے، تو نہ سہی۔ اتنا ہی لمبا قیام اور لمبی قراءت کرتے جتنی ان کے لیے ممکن تھی، کیونکہ خدا تحمل سے زیادہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا۔

امام ابن تیمیہ اور ابن القیم اور علامہ شاطبی وغیرہ نے اس امر پر خاصی روشنی ڈالی ہے کہ بدعات ہمیشہ اسی قسم کے جذبات کے دوش پر سوار ہو کر آئی ہیں، یعنی تکثر فی العبادات لحصول کثرۃ الثواب۔ اس لیے اگر اس قسم کی راہیں کھلی رکھی گئیں تو اندیشہ ہے کہ پھر اسلام کا کوئی بھی حکم اپنے حال پر نہ رہ سکے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ، ہلکی کر کے، یا لمبی کر کے، جو بس میں ہو، مسنون عدد کے موافق ہی تراویح پڑھی جائیں۔ اس میں بڑی کرامت ہے، اصل میں "صبغۃ اللہ" کے رنگ میں رنگے جانے کے لیے سنت رسول ﷺ سے کامل ہم آہنگی پیدا کرنا ہی اصل کام ہے۔ مومنانہ زندگی کو بالکل غیر منقسم صورت میں "سنت" کے حوالے کیجیے! اس پر مختلف شخصیتوں یا مصلحتوں کی رنگ برنگی چھاپوں سے مفاہمت کرنے کی کوشش ترک کر دیجیے! ورنہ یقین کیجیے! یہ سلجھے بہت ہی مہنگے پڑیں گے۔

**۷۔ اونچی آواز میں دعا۔** جہاں جہراً ثابت ہے وہاں جہراً ہی مسنون ہے، ورنہ آہستہ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:
پہلے صحابہ اونچی آواز میں دعا مانگا کرتے تھے۔ مثلاً اللّٰھم ارحمنی! لیکن جب آیت ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا نازل ہوئی تو ان کو حکم ہوا کہ اونچی آواز میں نہیں بلکہ آہستہ آواز میں دعا کیا کریں۔